OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

شیخ محمود سعید ممدوح: شخصیت اور علمی خدمات

Sheikh Maḥmūd Saīd Mamdūḥ: Personality and Scholarly Contributions

Muhammad Imtiaz
Doctoral Candidate Islamic Studies, The University of Faisalabad, Faisalabad
Dr. Ramazan Najam Barvi
Assistant Professor, Department of Arabic and Islamic Studies, The University of Faisalabad, Faisalabad

Abstract

Sheikh Maḥmūd Saīd Mamdūḥ was expert in many departments of religious and Islamic studies. Although he got his master's degree in agriculture as well as get Islamic education by many scholars of Arab. He wrote many books. Introduction of few books is as under. His famous book al-Tarīf in which he tried to explain the authenticity of Ḥadīths. In this book 846 Hadiths declared Ṣaḥīḥ by him. His book Bashārāt al Mūmin is to explain accuracy of a Ḥadith اتقوا فراسةالمومن فانه ینظر بنور الله. Tay al-Qirtas is about Ahl-e-Baīt. He collected Hadiths about family of Prophet (ﷺ). Tojīḥ al Aaīma is his criticism to a collection of Fatāwā. Which were published from Saʾudī Arabīa. A book al-Taqīb Al Amjad is explanation of من لغافلا جمعةله. Tazīn Al Alfāẓ is biography of Ḥufāẓ-e-Ḥadīth. There are 19 biographies in this book. Al Qawl Al Mastaofī is about explanation of Ḥadith من خرج من بیته الی الصلاة. Al Itijāḥāt al-Ḥadīthīa is biography of scholars of fourteenth century AH. Al-Ālām is criticism of a Fatwā of Ibn-e-Taimyyah.

Keywords: Shaikh Mamdūḥ , Muslim scholar, Ḥadith

تمہید

علومِ اسلامیہ کے کئی شعبہ جات ہیں۔ علمِ تفسیر، علمِ حدیث، علمِ فقہ، علمِ نحو، علمِ فقہ، علمِ اصول فقہ، علمِ بلاغت، علمِ معانی، علمِ صرف۔ ان تمام شعبہ ہائے فن میں مختلف لوگوں نے دسترس حاصل کی ہے۔ کچھ تو ایک سے زائد فنون میں ماہر تھے لیکن انہوں نے

CC BY

صرف کسی ایک فن کے بارے میں ہی تصانیف کیں جبکہ کچھ نے ہر نوع کے علم میں کام کیا اور ان فنون کے معلمِ اول قرار پائے۔ اسی طرح ماضی قریب کے ایک بہت بڑے محدث، محقق جناب شیخ محمود سعید ممدوح ہیں جنھوں نے بہت سے علوم میں دسترس حاصل کی لیکن ان تمام علوم میں سے جس میں وہ ید طولیٰ رکھتے ہیں وہ علم حدیث، جرح و تعدیل، اسمائے الرجال کا مشکل ترین علم ہے۔ ان کی یہ تحقیقات سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ ان کے تعارف کے حوالے سے ہم نے ثانوی ماخذ کی بجائے بنیادی ماخذ پر انحصار کیا ہے۔ ہمارے پیش نظر شیخ کی ایک مختصر خود نوشت ہے۔ جس میں انہوں نے اپنی زندگی کے نشیب و فراز کا بہت جامع انداز میں احاطہ کیا ہے۔ ذیل کی سطور میں ان کی خود نوشت کے چند اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں۔

نام و نسب اور ولادت

شیخ ممدوح کا مکمل نام مع نسب یوں ہے: محمود سعيد بن محمد ممدوح بن عبدلحميد بن محمد بن سليمان القاهرى المصرى۔[1] یعنی شیخ کا پورا نام محمود سعید جبکہ ان کے والدِ گرامی کا نام محمد ممدوح جبکہ ان کے دادا کا نام عبد الحمید تھا اسی طرح ان کے پر دادا کا نام محمد بن سلیمان تھا جبکہ قاہرہ (مصر) کے رہنے والے تھے۔ ان کے والدِ گرامی خالص ترکی عثمانی النسل تھے جو نہایت مضبوط شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھیں۔ شیخ اپنی ولادت کے بارے میں لکھتے ہیں: ولدتُ بالقاهرة فى حى كوبرى القبة سنة ١٣٧٢ھ[2] شیخ فرماتے ہیں کہ میں قاہرہ کے محلے کوبری میں ۱۳۷۲ ہجری میں پیدا ہوا۔ یہ عہد علمی اعتبار سے عروج کا زمانہ تھا شاید یہی وجہ ہے کہ شیخ کو ایک علمی ماحول میسر آیا۔

ابتدائی تعلم

شیخ اپنی ابتدائی تعلیم کے حوالے سے کہتے ہیں: تعلمت فى المدارس لعادية، و حصلت علىٰ العالمية من الازهر فى كليته عملية۔ مهندس زراعى۔ و عينت معيدا[3] میں عام روایتی سکول اور مدارس میں تعلیم حاصل کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے جامعہ الازہر کے ایک کالج سے ایم اے کی ڈگری ایگری کلچر کے شعبے میں حاصل کی اور زراعت کا انجینیر بن گیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مجھے (متعلقہ شعبے میں) ذمہ داری بھی سونپ دی گئی تھی۔ موصوف کے اس قول سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ابتدا میں روایتی تعلیم حاصل کرتے رہے اور رزاعت کے شعبے میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد عملی زندگی میں قدم بھی رکھ چکے تھے۔ شیخ کے بقول ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور کرم تھا کہ انہوں نے روایتی ملازمت ترک کر کے دینی علوم کے حصول کی کٹھن راہوں کا انتخاب کر لیا اور ایک مصمم ارادے سے علمِ دینیہ کی تلاش میں نکلے۔ موصوف اپنے دینی علوم کے مختلف ادوار اس انداز میں بیان کرتے ہیں کہ ان کے زمانہ طالب علمی کا مکمل احاطہ ہو جاتا ہے۔ ان مراحل کے ساتھ وہ اساتذہ کرام کا تذکرہ بھی ان کے شایانِ شان انداز میں کرتے ہیں۔ اس ضمن میں موصوف نے اپنے پہلے استاد کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں لکھا ہے و كنت فى المرحلته ثانوية تعرفت الى احد لمشايخ ، واسمه ابراهيم يحيى، وكان كفيفا، وله ولع عجيب بالعربية علومها، و مشاركة فى الحديث ، و يعتبر فى نفس الوقت اجل اصحاب المحقق الشيخ السيد احمد محمد صقر على الاطلاق ، هذا الشيخ صحبته على شدة فيه و قسوة ، و كنت اقرا له حسبة ، و قرات عنده بعض العبادى، و تعرفت الى الحديث و كتبه و رجاله عنده و كان يضمن على جدا۔۔ فلا يسمع لى بالنظر فى كتبه الا بمشقته بالغه ، فكت عارف اسمائ الكتب الموجودة بمكتبه ثم

اذهب الى المكتبات الكبرىٰ بالقاهره لانظر فى تلك الكتب و صارت عندى محبته عظيمه لكتب الحديث و غرام و عشق بالنظر فى لاحاديث مختلف فى رتبتها[4]۔

درج بالا سطور میں شیخ ممدوح نے دوسرے مرحلے کے بارے میں لکھا ہے کہ میں ایک بہترین عالم دین جن کا نام شیخ ابراہیم بن یحیی احمد صعیدی تھا جو نہایت ہی پارسا شخص تھے۔ اور ان کا علمی مشرب کلیہ اصول دین قسم الحدیث تھا اور ان کی شخصیت حدیث اور عربی علوم میں مہارتِ تامہ رکھتی تھی۔ شیخ ابراہیم وہ بزرگ شخصیت تھے جو شیخ اہم صقر کے اصحابِ کبار میں شمار ہوتے ہیں۔ شیخ ممدوح کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابراہیم کی صحبت میں حاضری دی اور بلا تعطل یہ حاضری جاری رہی۔ اس تعلیمی دورانیے میں کتبِ حدیث اور ان کے مولفین واسماالرجال کی معرفت سے بہرہ مند ہوا۔ وہ میرے ساتھ بہت زیادہ محبت کا اظہار کرتے تھے اور کوئی وقت فضول نہ جانے دیتے۔ وہ بڑی محنت سے پڑھاتے تھے یہاں تک کہ کتابوں کے نام جو ان کی لائبریری میں تھیں، مجھے ان کتابوں کے پڑھنے سے روکتے نہیں تھے۔ میں ان کی لائبریری سے نام پڑھتا قاہرہ کے بڑے بڑے مکتبوں میں جاکر ان کتب کو دیکھتا۔ مختلف کتابوں کو دیکھنے کی وجہ سے مجھے حدیثِ نبوی سے بہت زیادہ محبت پیدا ہوگئی اور کتابوں کو پڑھتا رہتا، یہاں تک کہ میں حدیث کے مراتب، صحیح، ضعیف، حسن کے اعتبار سے ان کے مراتب کو جان گیا۔ شیخ کی مذکورہ تحریر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ نے روایتی علوم وفنون سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے بعد جو پہلا علم پڑھا وہ علم حدیث اور حدیث کے فنون اسماالرجال، مولفین کی معرفت اور احادیث کے مراتب پر مبنی تھا۔ اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ موصوف حدیث سے بے پناہ شغف رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس علم کے حصول کے لیے کئی کتب خانوں کی خاک چھانی اور وقت کے جید علما اور اساتذہ سے فیض بھی حاصل کیا۔

شیخ نے چونکہ ابتداء میں ہی احادیث کے مراتب کے حوالے سے دلچسپی لینا شروع کر دی تھی اس لیے آگے چل کر بھی انہوں نے اسی میدان میں تحقیق کی اور نام کمایا۔ شیخ کا یہ تعلیمی سفر جاری رہا یہاں تک کہ وہ دیگر نام ور اور مستند اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتے رہے ان مراحل کا تذکرہ شیخ نے خود اپنے ہاتھوں سے تحریر کیا۔ لہٰذا اپنے اگلے سفر کو شیخ نے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ثم تعرفت بالعلامه الصالح الشيخ احمد عيسىٰ عاشور الشافعى رحمته الله عليه و كان مفتيا للجمعيه الشرعيه و يصدر مجله " الاعتصام " ۔ فلازمت دروسه و حضرت عليه فى منزله ۔ و رسه كفايته لاختيار الذى سمعه : المختيار فى كفاية الاخيار: ثم طبع باسمه الفقة الميسر و حضرت عنده جزا لا باس بهه من" شرح ابن عقيل على الافيه " كنت اختلفه الى علمائےآخرين و احذر دورسهم مين اجلهم شيخ محمد مصطفىٰ ـشارح" الحكم " و صاحب " التفسير" و سيد العارف باالله التجائى الشيخ محمد نجيب المطيعى ۔ ثم تعرفت با سيدى و قدوتى الذين لم ارىٰ مثله لشريف ِعبد الله بن صديق الغمارى وارايت عنده لم ارىٰ عند غيره[5]۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں ایک بہت بڑے عالم دین صالح الشیخ احمد عیسیٰ عاشور الشافعی کے پاس گیا جو جمعیتِ شریعہ کے بہت بڑے مفتی تھے اور ایک ماہنامہ "الاعتصام" کے نام سے شائع کرتے تھے۔ میں ان کے درس میں لازمی شرکت کرتا۔ انہوں نے ایک کتاب مجھے پڑھائی جس کا نام کفایۃ الاخیار تھا اس کا نام انہوں نے المختار میں کفایۃ الاخیار رکھا تھا۔ پھر اس کو بعد میں لوگوں نے الفقہ المیسر کے نام سے شائع کیا۔ میں آپ کے پاس کتاب لے کر حاضر ہوتا۔ کتاب کا نام شرح ابنِ عقیل علی الافیہ تھا (یہ نحو کی کتاب ہے) میں دیگر علما کے پاس جاتا رہا اور ان کے دروس میں شرکت کی۔ ان میں سے علامہ

شیخ محمد مصطفی بھی تھے جنہوں نے الحکم کی شرح بھی لکھی اور ایک تفسیر بھی لکھی تھی اور ایک بلند پایہ عالم دین سید عارف باللہ محمد الحافظ التجانی اور شیخ محمد نجیب المطیعی۔ پھر میں ایک ایسی شخصیت کے پاس گیا جن کی مثل کوئی عالمِ دین میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ وہ میرے پیشوا میرے سردار عبد اللہ بن الصدیق الغماری تھے میں نے ان کے پاس وہ کچھ دیکھا جو کسی کے پاس نہیں تھا اور ان سے وہ حاصل کیا جو کسی سے حاصل نہیں کیا تھا۔ مذکورہ علما ان کے اپنے علاقے اور گردونواح سے تعلق رکھنے والے تھے۔ شیخ نے شروع میں اپنے علاقے کے معروف علما سے فیض حاصل کیا اس کے بعد مکے کا سفر کیا۔

مکہ مکرمہ میں ورود

شیخ مکہ مکرمہ کے سفر کے بارے میں لکھتے ہیں: ثم یسر اللہ تعالیٰ لی سبیل المجاورة لبعدة سنواة بمکه المکرمه من سنة ١٤٠١ الی سنة ١٤٠٦ هجری۔ قد وقف اللہ تعالیٰ للجد و الاجتهاد فی الطلب، و کنت ملازما للحرمی المکی تماما و اصل اللیل بالنهار، و حضرت فی مکة المکرمه علی علما لجالاء منهم : سیدی و مولای محمد یسین الفادانی، والفقها الشافعی الکبار: سیدی عبداللّٰه السیدی شیخ اسماعیل ذین، سیدی شیخ احمد جابر ، سیدی شیخ محمد عرض منقش الزبیدی و غیرهم ۔ فحضرت علیهم و علیٰ غیرهم فی الحدیثِ والفقه الشافعی التوحیدِ ولنحو والصرف والبلاغت و الاصول وغیر ذالک۔[6] پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا فرمائی کہ میں چند سال ۱۴۰۱ تک سے ۱۴۰۶ تک مکہ مکرمہ میں حاضر رہا اور علم کی طلب میں خوب محنت کی اور میں نے حرم مکی میں شب و روز گزارے۔ اسی دوران مکہ مکرمہ میں بہت بڑے بڑے علماء ان میں سیدی و مولائی محمد یاسین الفارانی اور فقہائے شافعیہ میں سیدی عبد اللہ اور سیدی شیخ اسماعیل ذین سیدی شیخ احمد جابر اور سیدی محمد عرض منقش الزبیدی اور ان کے علاوہ بہت سے علما کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ان اساتذہ کے علاوہ دوسرے کئی اساتذہ سے علمِ حدیث، علم فقہ الشافعی، توحید، نحو، صرف، بلاغت اور اصول اور دیگر علوم حاصل کیے۔ ایک اور مقام پر شیخ مکہ کے قیام کے دوران طالب علمی کے حالات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> و من نعم اللہ علی انی سرد ت کتب السته بتمامها عند سیدی الشیخ یاسین و عند سیدی شیخ اسماعیل ذین و قرات الموطاء بکماله عند سیدی و سندی العمدة اشریف عبد العزیزی غماری رحمه اللہ مشایخی جمیعا رحمه اللہ تعالیٰ الابرار و بارک فی عمرِ من بقیه منه
>
> مجھ پر اللہ تعالیٰ کا ایک اور بڑا انعام ہوا کہ میں نے جب کتبِ ستہ کا مطالعہ اپنے شیخ یاسین اور اپنے شیخ اسماعیل ذین کے پاس مکمل کیا اور سیدی وسندی عبد العزیز غماری کے پاس موطا امام مالک مکمل پڑھا۔ یہ سارے میرے مشائخ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے اور ان کی جتنی عمر باقی برکت عطا فرمائے میں نے ان سے بہت سے علوم حاصل کیے۔

قیام مکہ کے حوالے سے بھی یہ بات واضح ہو گئی کہ یہاں آکر بھی انہوں نے حصولِ علم کے مقصد کو پانے کی بھرپور کوشش جاری رکھی۔ سرزمین مکہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہ سرزمین علومِ اسلامیہ کا مرکز اور منبع ہے، جناب شیخ ممدوح نے اس سرزمین سے تعلق رکھنے والے بڑے اور جید علماء سے فیض حاصل کیا۔ آپ نے صحاح ستہ جیسے مجموعہ کی حدیث کی تکمیل بھی

ایسے ہی علما کے زیرِ سایہ کی۔ ایک اور نکتہ جو ان سطور سے واضح ہوا ہے وہ یہ ہے کہ فقہ کے اعتبار سے ان کے اساتذہ کا تعلق فقہ شافعی سے تھا۔ شیخ ممدوح سنن اربعہ کی اسانید کے بارے میں لکھتے ہیں: بعض اسانید الی اصحاب السنن الاربعة میری کچھ اسانید جو سنن اربعہ کے اصحاب کی طرف ہیں۔ قرات السنن الاربعة وقت مجاورتی بمكة المكرمة بكا ملها الا فوتاً يسيراً على شيخنا العلامة الفقيه اسماعيل عثمان زين الضحوى اليمانى ثم المكى السافعى (ت١٤١٤) رحمة الله تعالى بمنزله بمحلة المسفلة بمكة المكرمة ، وهو عن مشايخى الاتى ذكرهم ۔ میں نے سنن اربعہ کو مکہ میں رہ کر پڑھا تھا اور اس میں کچھ وقت ختم ہوا اور میرے شیخ علامہ فقی اسماعیل عثمان زین الضحوی الیمانی پھر مکی شافعی (١٤١٤) ان کا گھر مکہ مکرمہ محلہ مسفلہ میں تھا۔ اور میرے مشائخ جو اور ہیں ان کا ذکر یہ ہے۔ وقرات اوائل السنن الثلاثة، وسنن ابى داود بكامله الا فوتا يسيراً على سيد ى العلامة المتفنن الشيخ محمد يا سين بن محمد عيسى الفادانى بمكة المكرمة رحمهم الله تعالى۔ سنن ثلاثہ جو شروع شروع میں میں نے پڑی سنن ابو داود کامل مگر کچھ راہ گئی وہ سید العلامہ المتفنن الشیخ محمد یاسین بن محمد عیسی الفادانی جو مکہ مکرمہ کے رہنے والے تھے۔ وقرات اوئل واواخر السنن وقطعة صالحة من كل منها على سيدى وشيخنا و شيخ مشايخنا العلامة الشريف عبد الله بن محمد بن الصديق الغمارى رحمه الله تعالى۔ اور میں نے سنن کے شروع اور آخر کو اور ایک صحیح ٹکڑا ان تمام میں سے وہ جو میرے سردار شیخ الامشائخ العلامہ شریف عبد اللہ بن محمد بن الصدیق الغماری رحمہ اللہ تعالی سے پڑھا ہے۔ وقرات اوئل السنن وقطعه صالحة من سنن اين ماجه على شيخنا سيدى العلامة المحدث الشريف عبد العزيز بن محمد بن الصديق الغمارى رحمه الله تعالى [7] اور سنن ابن ماجہ سے حصہ جو صالح تھا میں نے اپنے شیخ سید علامہ محدث الشریف عبد العزیز بن محمد بن الصدیق الغماریؒ سے پڑھا ہے۔

شیخ ممدوح مزید لکھتے ہیں: انبانا كل من : شيخنا مسند العصر العلامة محمد ياسين بن محمد عيسى الفادانى المكى (ت١٤١٠)، وشيخنا العلامة الجامع بين المعقول والمنقول السيد عبد الله بن محمد بن الصدى الغمارى (ت١٤١٣) ، اشقيقه العلامة المحدث العارف با لله شيخنا السيد عبد العزيز بن الصديق الغمارى (ت١٤١٨) ، ولعلامة المفتى الحبيب ابراهيم بن عقيل بن يحيى باعلوى (ت١٤١٤)، الا ربعة فى اخرين عن محدث الحرمين الشريفين الشيخ عمر بن حمدن المحرسى (ت١٣٢٨) ، عن شيخه المفتى المسند الحبيب حسين بن محمد الحبشى باعلوى (ت١٣٣٠) ، عن شيخ الشافعية المفتى السيد احمد بن زينى دحلان (ت١٣٠٤) ۔ اور خبر دی جو ہمارے شیخ کل زمانے کے مسند تدریس کے شہنشاہ علامہ محمد یاسین بن محمد عیسی الفادانی المکی (١٤١٠) اور ہمارے شیخ علامہ جامع المعقول والمنقول السید عبد اللہ بن محمد الصدی الغماری (١٤١٣) اور ان کے حقیقی علامہ محدث عارف باللہ ہمارے شیخ سید عبد العزیز بن الصدیق الغماری (١٤١٨) اور علامہ مفتی حبیب ابراہیم بن عقیل بن یحیٰ علوی (١٤١٤) یہ حرمین شریفین کے اخری چاروں اماموں میں سے ایک ہیں۔ اور دوسرے امام شیخ عمر بن حمدن المحرسی (ت١٣٢٨) ہیں۔ تیسرے میں ان کے شیخ مفتی حبیب حسین بن محمد الحبشی علوی (ت ١٣٣٠) چوتھے شیخ شافعیہ مفتی سید احمد زینی دحلان (ت ١٣٠٤) وعن شيخنا الفادانى ، والعلامة احمد بن محمد منصورى الفلفلانى المكى ، والحبيب المعصر حسن بن محمد فدعق باعلوى المكى (ت١٤٠١) ثلاثتهم فى اخرين عن المفتى

العلامة عمر بن ابی بکر با جنید الشافعی (ت١٣٥٤) عن السید احمد زینی دحلان ۔کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ الفادانی، اور علامہ احمد بن محمد منصوری فلفلانی مکی، اور حبیب معمر حسن بن محمد فدعق علوی مکی (ت ١٤٠١) پھر اخرین میں سے جو تین اخری اماموں میں سے ہیں مفتی علامہ عمر بن ابی بکر با جنید الشافعی (ت ١٣٥٤) اور ان میں اخری سید احمد زینی دحلان۔والسید احمد بن زینی دحلان ، عن شیخه وعمدته العلامة عثمان بن حسن الدمیاطی المکی (ت١٢٦٢) ،عن العلامة محمد بن محمد الامیر المصری المالکی صاحب الثبت المشہور (ت١٢٣٢) عن الشهاب احمد الجوهری (ت١١٨١) ، عن حافظ الحجاز عبد الله بن سالم البصری (ت ١١٣٤) صاحب الامداد [8]۔ اور ان کے شیخ سید احمد بن زینی دحلان، ان کے شیخ عمدۃ العلامہ عثمان بن حسن دمیاطی مکی (ت ١٢٦٢) پھر انہوں نے روایت کیا علامہ محمد بن محمد امیر مصری مالکی صاحب ثبت مشہور (ت ١٢٣٢) انہوں نے شہاب احمد جوہری (ت ١١٨١) سے انہوں نے حافظ عبد اللہ بن سالم بصری (ت ١١٣٤) صاحب امداد سے۔وانبانا مشایخنا الفادانی ، والسید عبد الله بن الصدیق ، کلاهما عن العلامة محمد امام السقا الشافعی (ت١٣٥٤) امام و خطیب الجامع الازهری ، عن والده شیخ الشافعیة العلامة ابراهیم بن علی بن حسن السقا الشبر ابخومی (ت١٢٩٨) ، عن ولی الله المعصر ثعیلب بن سالم الفشنی الازهری (ت١٢٣٩) ، عن الشهابین الملوی (ت ١١٨٢) والجوهری (ت١١٨١) ، عن عبد الله بن سالم البصری ۔اور ہمارے مشائخ نے ہمیں خبر دی کہ وہ فادانی اور سید عبد اللہ بن صدیق، ان دونوں نے روایت کیا علامہ محمد امام السقا شافعی (ت ١٣٥٤) جو کے امام خطیب الازہر کے ہیں ۔انہوں نے اپنے والد شیخ شافعیہ علامہ ابراہیم بن علی بن حسن السقا شبر بخومی (ت ١٢٩٨) وہ اللہ کے ولی اور بزرگ شخصیت ثعلیب بن سالم فشنی الازہری (ت ١٢٣٩) وہ دو شھابین ملوی (ت ١١٨٢) جوہری (ت ١١٨١) عبد اللہ بن سالم بصری سے۔والبصری ، عن النور علی بن یحیی الزیادی (ت١٠٢٤) ، عن الشهاب احمد الرملی (ت٩٥٨) ، عن الحافظ السخاوی (ت٩٠٢) ۔اور بصری نے نور علی بن یحییٰ زیادی (ت ١٠٢٤) انہوں نے شہاب احمد رملی سے (ت ٩٥٨) انہوں نے حافظ سخاوی سے (ت ٩٠٢) اپنی اعلیٰ اسانید کے بارے میں شیخ ممدوح یوں رقمطراز ہیں:وعالیاً عن مشایخی ، عن عمر حمدان ، عن ابی النصر نصر الله ابن عبد القادر الخطیب (ت١٣٢٥) ، عن المعمر عبد الله محمد التلی وسعید بن محمد التلی ، کلاهما عن عبد الغنی بن اسماعیل النابلسی (ت١١٤٣) ، انبانا النجم الغزی (ت١٠٦١) ، عن ابیه البدر (ت٩٨٤) عن سخاوی ۔اور میرے مشائخ میں سے جو بلند ہیں عمر حمدان سے ابی نصر نصر اللہ ابن عبد القادر خطیب (ت ١٣٢٥) انہوں نے معمر عبد اللہ محمد تلی اور سعید بن محمد تلی یہ دونوں روایت کرتیں ہیں عبد غنی بن اسماعیل نابلسی سے (ت ١١٤٣) مجھے خبر دی نجم غزی نے وہ اپنے باپ بدر سے (ت ٩٨٤) اور وہ سخاوی سے۔وعالیاً عن المعمر الحبیب حسن بن محمد فدعق باعلوی المکی (ت١٤٠١) ، عن ابی النصر نصر الله الخطیب الدمشقی (ت١٣٢٤) ، عن التلی ، عن النابلسی ، عن النجم الغزی ، عن ابیه البدر ، عن السخاوی ، عن الحافظ ابن حجر ۔اور اوپر والی سند معمر حبیب حسن بن محمد فدعق علوی مکی (ت ١٤٠١) وہ ابی نصر نصر اللہ خطیب دمشقی (ت ١٣٢٤) تلی سے، نجم غزی سے، اپنے باپ بدر سے، وہ سخاوی سے، وہ حافظ ابن حجر سے۔وهذا علی اسناد الی الحافظ ابن حجر العسقلانی فبینی وبینه سبع وسائط ۔[9] اور یہ علیٰ اسناد جو حافظ ابن حجر عسقلانی

کی طرف میرے اور ان کے درمیان سات واسطوں سے پہنچتی ہے۔ اس لحاظ سے حافظ ابن حجر اور میرے درمیان دو واسطے ہیں

شیخ کا فقہی مشرب

جس طرح گزشتہ سطور میں اس بات کا ذکر ہو اوچکا ہے کہ ان کے فقہ کے جید اساتذہ کا تعلق فقہ شافعی سے تھا۔ شیخ خود بھی اپنے اساتذہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے فقہ شافعی کے مقلد تھے۔

مکہ میں شیخ کے دیگر مشاغل

ہم جانتے ہیں کہ شیخ نے مکہ جاکر علوم دینیہ کا حصول شروع کیا۔ ان بنیادی علوم سے فراغت کے بعد کے واقعات کا تذکرہ فرماتے ہوئے وہ لکھتے ہیں: وقد اشتغلت فى مدرسته دارلعلوم الدينيه بمكة المكرمه قيعا الى المكتة ثم درست النحو الحديث الفقه ولجبرة الى الخروج من المكة المكرمه اخرجنى عنها هدانى الله اياهم[10] پھر میں نے مدرسہ دارالعلوم دینیہ مکہ مکرمہ میں لائبریری انچارج کی حیثیت سے ذمہ داری سنبھالی۔ پھر میں علم نحو، حدیث، فقہ وہاں پڑھاتا بھی رہا۔ پھر کسی وجہ سے مجھے مکہ مکرمہ سے نکل جانے پر مجبور کیا گیا۔ اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ گویا شیخ نے عملی زندگی میں قدم رکھنے بعد بھی علمی مشاغل ہی اپنائے۔ وہ ایک لائبریری کے انچارج بھی رہے اس کے علاوہ تدریس کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ مکہ کے واقعات میں سے ایک اہم ترین واقعہ ان کے مکہ سے نکلنے کا ہے۔ اگرچہ انہوں نے مکہ سے نکلنے کی وجہ کو پوشیدہ رکھا ہے لیکن قیاس کیا جاسکتا ہے کہ شاید ان کے علمی موقف کی وجہ سے انہیں مکہ سے نکل جانے پر مجبور کیا گیا ہوگا۔

شیخ کی دبئ منتقلی

گزشتہ سطور میں شیخ نے بتایا کہ انہیں جبری طور پر مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہ دبئ منتقل ہوگئے۔ دبئ آمد کے بارے میں وہ کہتے ہیں: و انتبت للعمل بدائرة الاوقاف و لشذون الاسلاميه بدبئى كباعث الاول ثم اعرت منها لدار البحوث الاسلاميه ۔ الآن هى مستقرى ختم الله لنا بالحسنىٰ۔[11] پھر مجھے محکمہ اوقاف دبئ میں کام کے لیے پیش کش کی گئی۔ وہاں محقق اول کی حیثیت سے ذمہ داری دی گئی۔ وہاں سے میرا تبادلہ دار البحوث الاسلامیہ میں کر دیا گیا۔ اب میں وہیں ہوں۔ اللہ میرا خاتمہ ایمان کے ساتھ فرمائے۔ اس اقتباس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ انہوں نے دبئ میں آکر باقاعدہ طور پر تحقیق کے کام کا آغاز کیا۔ مرحلہ ان کی زندگی میں بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہیں آکر انہوں نے آزادانہ انداز میں کام کرنا شروع کیا اور باقاعدہ طور پر گزشتہ علوم وفنون کا استعمال شروع کر دیا۔

اساتذہ کے اسمائے گرامی

ابتدا میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ شیخ نے علوم کے حصول کے سلسلے میں مختلف اساتذہ سے کسبِ فیض کیا۔ ہم ان سے کچھ شیوخ کے اسمائے گرامی کا تذکرہ ذیل کی سطور میں کریں گے۔

السيد عبدلعزيز الغمارى　　　　السيد عبد الحيى　　　　السيد عبدالله الغمارى

سید الحسن و سید ابراهیم محمد یاسین بن محمد عیسیٰ لفادانی شیخ حسن فدعق بالعلوی المکی شیخ ابو بکر تطوانی الشیخ علامه محمد مصطفیٰ
شیخ علامه ابراهیم بن عقیل الشیخ زکریا بن عبدالله شیخ محمد یحیی دوم الاهدل[12]
البرکت عبد الکریم میرغنانی الشیخ علامه اسماعیل عثمان ذین الضحوی ثم المکی
محمد عرض منقش الزبیدی محمد مجیت الشافعی الشیخ محمد بلقاید الجزائری
الشیخ محمد جسنین مخلوف الشیخ حافظ التیجانی الشیخ احمد بن محمد الیمانی
الشیخ اسماعیل محمد انصاری الشیخ محمد بن الحاج الشیخ عبدلفتاح بن محمد ابو غدة
الشیخ ابراہیم بن داؤد الفتانی المکی الشیخ محمد بن علی لجاوی الشیخ عبد الفتاح بن حسین
الشیخ احمد بن محمد الحداد الشیخ مالک بن محدث عمر بن حمدان المرمی
احمد بن محمد المنصوری المکی علوی بن عباس بن المالکی الشیخ محمد نور
الشیخ محمد بن احمد زبارة الحسینی الشیخ احمد جابر جیران الدعوی المکی الیمانی [13]

کتب کا تنقیدی جائزہ

التعریف

یہ کتاب سنن اربعہ کی کتاب الطہارت تا کتاب المناسک کی احادیث کو شامل ہے جن کو شیخ البانی نے ضعیف قرار دیا یہ کتاب عربی زبان میں تاحال اس کا اردو ترجمہ نہیں کیا گیا۔ اس کتاب میں 144 احادیث ایسی ہیں جن پر مصنف نے کوئی حکم نہیں لگایا جس کی وجہ سے قاری تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے۔ حدیث نمبر 70 کو دوبار شمار کیا گیا تعجب کی بات یہ ہے کہ خود مصنف نے بھی توقف والی احادیث کی تعداد 145 لکھی ہیں جبکہ تحقیق کہ بعد ان کی تعداد 144 بنتی ہیں۔ وہ احادیث جن کو مصنف نے صحیح میں شامل کیا ان کی تعداد 846 بنتی ہیں۔

منہج واسلوب

شیخ ممدوح نے اس کتاب کی ابتدا میں مقدمہ کی صورت میں اصول حدیث کو ذکر کیا پھر ایک ایک حدیث کا تحقیقی جائزہ لیا انہوں نے شیخ البانی کا رد تحقیق کے ساتھ کیا ان کے رویہ میں نہ نرمی ہے نہ سختی ہے۔ اس کتاب کی کل 6 جلدیں ہیں اور ابواب کی تعداد 562 ہے۔ البانی نے بغیر کسی دلیل کے حدیث کو ضعیف قرار دیا شیخ ممدوح نے اس حدیث کے بارے میں جمہور کے مذہب پر عمل کیا۔ ان کی ترجیح جمہور محدثین کے مذہب سے ہے۔ شیخ ممدوح کا رد کرنے کا اسلوب علمی اور تحقیقی ہے اور ان کا رجحان مذہب شافعی کی طرف ہے۔ جن لوگوں اور کتب پر اعتماد کیا البوصیری کی زوائد، مختصر الاتحاف، مصباح الزجاجہ۔ ابن حجر کی الفتح، الاصابہ، التقریب۔ ذھبی کی میزان۔ ابن حبان کی الثقات۔ الھیثمی کی مجمع الزوائد۔ حاتم رازی کی التقریب، الجرح وتعدیل۔ ابن رجب کی فتح الباری۔ ابن عدی کی الکامل۔ صدیق الغماری کی المداوی۔ بخاری کی التاریخ الکبیر۔ طبرانی کی الاوسط۔ بزار کی کشف الاستار۔ بدرودین عینی کی عمدۃ القاری۔ حافظ مزی کی تحفہ الاشراف۔ حازمی کی الناسخ ولمنسوخ۔ ابن عبد البر کی التمہید۔ حافظ منزری کی مختصر السنن۔ اور ابن حبان، ابن خزیمہ، ابن جارود، حاکم، منزری، ابن دقیق العید، ابن ترکمانی، ابن ملقن اور امام سیوطی پر اعتماد کیا ہے۔

شیخ سعید ممدوح نے التعریف باوھام من قسم السنن الی صحیح وضعیف میں شیخ ناصر الدین البانی شیخ عبد الرحمن معلمی، شیخ احمد شاکر، زھر الشاویش کے اصول تصحیح و تضعیف سے اختلاف کیا ہے۔ بعض احادیث میں راوی ضعیف ہے جن کے شواہد ملنے سے ضعف ختم ہو گیا۔ بعض احادیث کی سند میں معمولی ضعف ہے اور ان کی متن ثابت تھی اس کی شواہد موجود ہیں بعض احادیث کے رواۃ کی ضعیف قرار دیا گیا جب کہ ائمہ جرح و تعدیل نے ان کی توثیق کی ہے بعض راویوں کی مکمل نام کنیت کی وجہ سے پہچاننے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ راوی تو ثقہ ہیں۔ شیخ البانی نے احادیث کو ضعیف قرار دیتے وقت ائمہ جرح و تعدیل کی تحقیق کو نظر انداز کیا ہے جب کہ شیخ ممدوح نے حدیث کو صحیح یا ضعیف قرار دینے میں محتاط انداز اپناتے ہوائے ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال کو ذکر کیا ہے اور جمہور محدثین کے مذہب کو ترجیح دی۔ **بشارة المومن بتصحيح حديث التقو فراسة المومن**۔ یہ کتاب حدیث اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله[14] کی صحت بیاں کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ یہ اصول حدیث کی ابحاث پر مشتمل ہے اس کتاب کے تصنیف کرنے کا سبب شیخ سعید ممدوح کے بعض ہم عصروں کا اس حدیث کو ضعیف محض کہنا اور اس حدیث کو صحیح کہنے والوں کو مخطی قرار دینا ہے۔ جب کہ اس کو ضعیف کہنا قواعد حدیث کے مخالف ہے۔ شیخ ممدوح نے کہا کہ میں نے ان کی خطا کو واضح کرنے کے لئے اور حدیث کو قواعد کے مطابق صحیح قرار دینے کے لئے یہ کتاب تحریر کی ہے۔ میں نے اس کا نام بشارۃ المومن بتصحیح حدیث التقو فراسۃ المومن رکھا ہے۔ یہ کتاب 12 فصول پر محیط ہے۔ اور اس کتاب کے 30 صفحات ہیں۔ اس کتاب میں ایک حدیث کی سند پر تویل بحث کی گئی ہے۔ یہ بحث علمی اور تحقیقی ہے۔ اس کتاب میں ایک ہی محدث شیخ عبد الرحمٰن بن یحیٰ معلمی کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس کتاب کی ابتدا میں مختصر خطبہ ہے پھر زیر بحث حدیث پر کئی سندیں ذکر کر کے اس کی صحت پر دلائل پیش کئے گئے۔ اس کتاب میں یحیٰ بن معین، امام ذہبی، خطیب بغدادی، ابو حاتم رازی، ابن حجر عسقلانی جیسے عظیم محدثین کی آرا سے اپنے موقف کو ثابت کیا گیا۔ مصنف نے جمہور محدثین کے مذہب پر عمل کیا اور ان کی ترجیح جمہور محدثین کے مذہب سے ہے۔ اسی کتاب کے خاتمہ میں حدیث من عادیٰ لی ولیاً فقد آذنة باالحربوما تقرب الی عبد بشیء احب الی مما افترضته علیه ،وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه (الخ) [15] اور حضرت عمر کی وہ الفاظ جو انہوں نے ممبر پر کھڑے ہو کر فرمایایا سارية الجبل الجبل [16] کو ذکر کیا ہے۔

حدیث اتقو فراسۃ المومن کو صحیح قرار دینے میں شیخ ممدوح دلائل وزنی ہے اور جمہور رائے سے موقف رکھتے ہیں اس حدیث کو ضعیف کہنے والوں کی اپنی ہی رائے ہے کسی اہل علم محدیث نے اس ضعیف قرار نہیں دیا۔

طی القرطاس

اس کتاب میں فضائل اہل بیت کا تذکرہ ہے اور اس کے مقدمہ میں منصف نے کہا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا دل کا ٹکڑا ہیں۔ اس میں اہل بیت کی شان احادیث متواترہ صحیحہ سے ثابت ہے وہ نجات کا سفینہ ہیں۔ امام ادریس بن ادریس بن عبد اللہ الکامل بن حسن مثنیٰ بن حسن السبط ابن امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب اور فاطمہ الزہ رسول اللہ کے دل کا ٹکڑا ہیں۔ آئمہ اہل بیت کتاب و سنت کے سمندر رہیں ان پر کی گئی تقلید نہیں بلکہ غیر تقلید کرنا حرام ہے۔ یہ دوسرے مجتہدین سے کم نہیں ہیں اور آئمہ کرام کے لئے ان اہل بیت کے آئمہ کی تقلید اولیٰ ہے کچھ لوگوں نے خطا کی ہے کہ امام ابن ادریس یہ امام مالک کے مقلد تھے۔ جس نے یہ ارادہ کیا کہ ان کی خطا کو واضح کر دیا جائے اور بعض عبارت کا جہل بھی بیاں کر دیا جائے۔ اس کا نام طی القرطاس بتعين مذهب الام ادريس بن ادريس مقدمہ میں 4 ابواب ہیں۔ یہ مقدمہ

امام ادریس کے نسب اور ان کے اجماع کی صحت پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں سات دراھم کی تصاویر بھی شائع کی ہیں جن میں اللہ، محمد، علی لکھا ہوا ہے۔ اس کتاب کے صفحات کی تعداد 140 ہے۔ یہ شیخ نے ان دراہم کو مولیٰ ادریس کے دور اور ابن ادریس کے دور میں پائے ہیں۔ اس کتاب میں ثقہ محدثین کے اقوال نہیں ملتے ہیں۔ یہ موقف جمہور محدثین اہل علم کا نہیں شیخ سعید ممدوح کے دل کی آواز کا اظہار ہے۔ مصنف اس مسئلہ میں جمہور محدثین اور آئمہ کرام کے اقوال ذکر نہ کر سکے۔ یہ زیر بحث مسئلہ پر کسی مستند محدث و امام نے قلم نہیں اٹھایا تھا۔ اس کتاب میں دلائل کی بجائے ثانوی حثیت رکھنے والے علماء کے حوالے دیئے گئے۔ قرآن مجید کی بعض آیات جو کہ اہل بیت کی شان بیان کرنے کے لئے لی جاتی ہیں ان پر بھی اہل علم نے کلام کیا ہے جیسے قل لا اسئلکم علیه اجر الا المودة فی القربیٰ[17] شیخ نے زیر بحث مسئلہ کو بیاں کرنے کے لئے اس درجہ کے دلائل نہیں کہے۔ تاریخ و صوفیاء کے اقوال ہی اس کتاب کی زینت ہیں۔

توجیه الائمه الیٰ فتاویٰ الجنة الدائمه

اس کتاب کے لکھنے کا سبب یہ ہے کہ ایک فتاویٰ الجنۃ الدائمہ کے نام سے ریاض سعودیہ سے شائع ہوا۔ شیخ ممدوح کہتے ہیں کہ میں نے اس کا نام توجیہ الائمہ الیٰ فتویٰ الدائمہ یا "التحذیر من فتویٰ التکفیر" رکھا ہے اس کتاب کی ابتداء میں ایک خطبہ تحریر کیا گیا پھر فتاویٰ کے سوالات کو تحریر کیا گیا۔ اس کتاب میں کل 16 فتاویٰ جات کو تحریر کیا گیا اور ہر سوال کے بعد جواب کو تحریر کیا گیا پھر اس پر شیخ ممدوح نے دلائل کی روشنی میں اس کا جواب دیا۔ اور فتاویٰ میں ہونے والی غلطی کو واضح کیا اور مستند کتب کے حوالے سے اپنے موقف کو مضبوط انداز میں بیاں کیا۔ یہ کتاب 40 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں پانچ فتاویٰ جات غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے متعلق ہیں۔ اٹھ فتاویٰ جات مسجد میں قبر کی موجودگی میں نماز پڑھنے کے متعلق لکھے گئے ہیں۔ پھر تین فتاویٰ جات کا تعلق میت پر فاتحہ اور قبر پر فاتحہ پڑھنے کے بارے میں ہیں۔

شیخ ممدوح نے توجیہ الائمہ الیٰ فتاویٰ الجنۃ الدائمہ کو تحقیق کی نظر سے دیکھا ہے۔ ان فتاویٰ جات کی غلطیوں کی نشاندہی کی قرآن وحدیث اور اثارے صحابہ کی روشنی میں اختصار سے درست مسئلہ کی طرف اشارہ کیا انہوں نے اپنے موقف کو قُلتُ یا قال العبد الضعیف کے الفاظ سے تحریر کیا ہے۔ شیخ ممدوح نے بغیر کسی جماعت کی راعیت کرتے ہوئے جمہور علماء محدثین کے مذہب کو اپنایا چونکہ ان 16 فتاویٰ جات میں قرآن کی تفسیر بالرائے کی واضح تصویر نظر آتی ہے۔ یہ فتاویٰ احادیث نبوی کی من مانی تشریحات کی واضح مثال ہے۔ ان اغلاط کی وجہ سے فتویٰ کی اصل صورت ہی بدل گئی ہے۔

التعقیب الامجد

یہ کتاب 2016ء1437ھ میں قاہرہ سے شائع ہوئی اس کتاب کا پورہ نام التوقیب الامجد علی سید محمد عبد الحی اکتانی فی رسالہ عقد الیواقیت والزبرجد ہے۔ اس کتاب کے کل صفحات 61 ہیں۔ اس کتاب میں اس حدیث شریف پر بحث کی گئی جس کے الفاظ یہ ہیں(من لغافلا جمعةله) [18] اس حدیث شریف پر عبد الحی الکتانی نے طویل بحث کی ہے۔ جب کہ یہ لفظ موقوف مکذوب اور موضوع ہیں۔ اصطلاح حدیث کے لحاظ سے یہ مقطوع یہ منقطع ہیں۔ اس حدیث کے خلاف کئی حدیث لائی گئی جن کا مطلب جمعہ کے ادا ہو جانے کا ہے۔ یہ پوری کتاب اس رسالہ عقد الیواقیت والزبرجد کے جواب میں ہے۔ شیخ ممدوح نے اس کتاب میں آٹھ فوائد تحریر کئے اور مذکورہ عبارت کے الفاظ کو بے بنیاد ثابت کیا۔ ہر فائدہ دلائل سے خالی نہیں۔ صاحب کتاب نے عبد الحی کے دلائل کو جمہور محدثین کے اقوال کی روشنی میں رد کیا۔ اس کتاب کے آخر میں ایک خاتمہ تحریر کیا گیا جس کے اندر شیخ

ممدوح نے اس رسالہ کے نام سے مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ لا عقد الیواقیت ولا لزبرجد اور اس کتاب کا نام عقد الیواقیت والزبرجد رکھنے کو عبد الحی کا وہم قرار دیا۔
عبد الحی الکتانی کے رسالہ میں من لغافلا جمعۃ لہ کے الفاظ سند کے لحاظ سے ثابت نہیں۔ بہت سے محدثین نے ان کا انکار کیا۔ ان محدثین میں سید محمد ادریس القادری، سید احمد صدیق الغماری کے نام قابل ذکر ہیں۔ شیخ ممدوح نے علمی اور تحقیقی انداز میں ان الفاظ کو بے بنیاد ثابت کیا اور جمہور محدثین کی رائے کو اختیار کیا ہے۔

تزيين الالفاظ بتتمم ذيول تذكره الحفاظ

یہ کتاب امام سیوطی اور تقی الدین ابن فہد مکی کی کتاب کا جز ہے۔ جس میں حفاظ حدیث کی حالات زندگی ہے۔ اس کتاب کو لکھنے کی وجہ اس غلطی کا ازالہ کرنا ہے جس کی طرف امام سخاوی نے الجواہر والدرر میں اشارہ کیا ہے۔ وہ یہ کہ بہت سے کہ ایسے لوگوں کے لئے حافظ کا لفظ استعمال کیا گیا کہ جو انساب اور متون اور تخریج حدیث سے قاصر ہیں۔ اور حدیث صحیح اور ضعیف میں فرق کرنے سے نہ بلد ہیں۔ یہ ایک بڑی تعداد جو اس وصف سے متصف کر دی گئی ہے۔ میں نے اس کتاب میں محدثین کی حالات زندگی میں لمبی چوڑی بحث کو ختم کیا ہے۔ ابتداءً کئی فوائد کو فصول میں لایا ہوں۔ اس کا نام "تزيين الالفاظ بتتمم ذيول تذكره الحفاظ "رکھا ہے۔ کل فصلوں کی تعداد 9 ہے۔ جن محدثین پر بحث کی گئی ہے ان کی تعداد 19 ہے۔ کل صفحات کی تعداد 108 ہے۔
پہلی فصل میں حفاظ کے بارے میں جو کتابیں لکھی گئی ان مصنفین میں سے گیارہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ☆ دوسری فصل میں تاج الدین سبکی کی بیان کردہ حافظ کی تعریف پر بحث کی گئی ہے۔ مولف نے اپنی ذاتی رائے قلتُ کے لفظ سے ظاہر کی۔ ☆ تیسری فصل میں حافظ کے لئے ثقہ ہونا ضروری نہیں عدالت اور ضبط ثقہ کی دو قسمیں ہیں۔ ان کا معرفت حدیث اور تحقیق کو قوائد کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔ ☆ چوتھی فصل میں کتب تاریخ میں حفاظ کی تذکرہ کا بیان حاکم اور ابو زرعہ اور بخاری کی حفظ کی جانے والی احادیث کی طرف اشارہ کیا گیا۔ ☆ پانچویں فصل میں دیگر متعدد حفاظ کے بارے لکھی جانے والی کتابوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ☆ چھٹی فصل میں قلتُ کے لفظ کے ساتھ مولف نے نشان دہی کی ہے۔ ☆ ساتویں فصل میں محدثین کے دراجات کے بارے میں لکھا گیا۔ 8 آٹھویں فصل میں عبد اللہ بن محمد بن صدیق نے جو حفاظ کی دو قسمیں لکھی ہیں (1) جو فقہاء کے طریق پر حافظ ہیں (2) اور وہ جو محدثین کی طریق پر حافظ ہیں۔ ☆ نویں فصل میں اہلسنت کے حفاظ کا تذکرہ اور غیر اہلسنت کی نشاندہی کی گئی۔ جن حفاظ کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

زروان بن محمد بن یوسف القبطی القاہری الشافعی	محمد بن محمد تقی الدین	قاسم بن قلوبغا الجمالی
ابراہیم بن عمر بن حسن برہان الدین	عمر بن محمد ابن فہد	محمد بن محمد قطب الدین الخزیری
یوسف بن شاہین الکرکی المشری	ابراہیم بن محمد برہان الدین الناجی	محمد بن عبد الرحمن السخاوی
ثمان بن محمد الدیمی	جلالدین عبد الرحمن بن ابی بکر	عبد العزیز بن عمر ابن فہد
محمد بن یوسف الصالحی	شمس الدین محمد بن علی	محمد بن علاوالدین البہلی
عبد اللہ بن السالم البصری	ادریس بن محمد العراقی	محمد مرتضیٰ زبیدی

احمد بن محمد بن الصدیق الغماری، ان محدثین کا نام و نسب اور حالات زندگی اور اثار علمیہ کو بیان کیا گیا

القول المستوفی فی الانتسار لعطیة العوفی :یہ کتاب اس حدیث کے بارے میں لکھی گئی من خرج من بیته الی الصلاة فقال :اللهم انی اسالک بحق السائلین علیک ،واسالک بحق ممشای هذا فانی لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا ریاء ولا سمع وخرجت اتقاء سخطک وابتغاء مرضاتک ، فادالک ان تعیذنی من النار وان تغفرلی ذنوبی ، انه لا یغفر الذنوب الا انت اقبل الله علیه بوجهه واستغفر له سبعون الف ملک [19] اس حدیث کو عطیہ بن سعد اعوفی اور فضیل بن مرزوق نے جرح کی ہے۔

(1)انہوں نے جرح کی قسم بیان نہیں کی کہ کون سی قسم ہے ؟(2)جو جرح انہوں نے کی وہ تین قسموں میں ہے۔جرح مبہم کی طرف توالتفات ہی نہیں کیاجاتاجو جرح باالسبب تدلیس ہوا کثر محدثین نے اس پر اعتماد کیاہے۔اور جرح تشعیہ بھی حقیقت میں مردودہے خلاصہ یہ ہے کہ عطیہ العوفی کی یہ خطاء ہے۔اس پر کئی فصلوں میں بحث کی گئی ہے۔ان فصلوں کی تعداد 9بنتی ہے۔

فصل(1)عطیہ العوفی کی اکثر جرح تدلیس روایت اور تدلیس شیوخ پر ہے۔اس پر بحث کرکے تحقیق کی روشنی میں کوئی اصل نہیں۔☆فصل (2) الکشف التبیین کے صفحہ 50 پر جو کلام موجود ہے اس کو موضوع سخن بنایا گیا ہے۔ قلتُ کے ساتھ علمی تحقیقی رد کیاہے۔اس بحث کو 7اجزاء میں تقسیم کیاہے۔☆فصل(3)احوال رجال کے صفحہ نمبر56پر موجود عبارت پر بحث کی ہے۔☆فصل(4)اس فصل میں محدثین کے حوالہ جات کے انبار موجود ہیں۔☆فصل(5)اس فصل میں ابی زرعہ کے اس قول کہ قوفی لین پر بحث کی گئی ہے۔☆فصل(6)ابن عدی کے قول وھو مع سفہ یکتب حدیثہ پر بحث کی گئی ہے۔☆فصل(7) عطیہ قوفی کے الزامات ضرر دے نہیں مولف نے بھرپور علمی انداز سے جواب دیاہے۔☆فصل (8) عیسیٰ بن معین کے حوالے سے جرح تعدیل پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔☆فصل(9)اس میں مذکورہ تمام ابحاث کا خلاصہ بیان کیاگیا بعض محدثین نے ابن عطیہ کو مضعف قرار دیاہے۔ابن معین صالح کی روایات کو حدیث حسن کہاہے۔جرح کے تین اصولوں کا تذکرہ کیاگیا۔درست بات یہ کہ زیر بحث حدیث حسن ہے۔اس کتاب کے کل صفحات 29ہیں۔

الاتجاهات الحدیثیه فی القرن الرابع العشر

اس کتاب میں چودھویں صدی ہجری میں جو محدثین گزرے ہیں ان کا تذکرہ ہے۔کچھ لوگ متن پر کچھ سند پر بات کرتے ہیں کچھ علماء دونوں پر بات کرتے ہیں۔اس طرح حدیث کی طرف متوجہ ہونے والوں کو دوحصوں میں تقسیم کیاگیا۔(1)سند(2) متن۔اس کتاب میں پہلے تمہید اور پھر مطالع کو بیان کیاجاتاہے۔کچھ علماء جو متن حدیث میں اور سند میں سمجھ رکھتے ہیں اور وہ فقہ میں معرفت رکھتے ہیں اور روایت اور درایت میں بھی دسترس رکھتے ہیں ان میں ائمہ اہلبیت اور ائمہ اربعہ بخاری، طبرانی، اوزاعی اور ابن حزم وغیرہ شامل ہیں۔☆باب اول فصل اول عبد اللہ بن حسن اور ان کی کتاب تنقیح المقال فی احوال الرجال پر بحث کی گئی ہے۔☆فصل دوم: شیخ احمد بن محمد شاکر ان کے سات نموذج کابیان ہے۔اور ان پر تنقید بھی کی گئی ہے موصوف کے حدیث ضعیف کے موقف کو زیر بحث لایا گیاہے۔جرح وتعدیل کے مراتب کے حکم کو ابن حجر کی تقریب التہذیب کو شیخ احمد شاکر کی نظر میں بیان کیاان علماء کے احمد شاکر پر کئے گئے منفی تاثرات کو بیان کیاگیاہے۔☆تیسری فصل شیخ عبد الرحمن معلمی ان کی مصنیفات کا تذکرہ ہے۔علماء نے شیخ معلمی کو متشدد قرار دیاہے☆چوتھی فصل صدیق الغماری ان کا تذکرہ مثبت انداز میں کیاگیااور ان کے اثار علمیہ کو بیان کیاگیا۔☆پانچویں فصل: میں شیخ عبد الفتح پر بحث کی گئی ہے☆چھٹی فصل میں شیخ ناصر الدین

البانی ان کے مصنیفات اور ان کے ساتھ مختلف احادیث میں جو اختلاف ہے بیان کیا گیا۔ حدیث ان کے منہج بیان کیا گیا اور ان کے معاصرین کے تاثرات کو زیر بحث لیا گیا۔

چودھویں صدی کے سند پر بحث پر کرنے والے کا تذکرہ

سید عبد روس بن عمر بن عبد روس بن عبد الرحمن ان کی بھی مصنیفات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ عبد الحی بن عبد الکبیر کی مصنیفات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ محمد یسن الفادانی المکی ان کے نموزج کو بیان کیا گیا۔ السید مجد الدین المحیدی الحسنی، مولف نے اپنے استاذہ کے علاوہ کسی اور تذکرہ نہیں کیا حالانکہ دیگر ائمہ جرح و تعدیل کا تذکرہ ناگزیر تھا۔ **مدارس حدیثیہ** بہت سے علماء نے عقائد اور فقہ اتباع اور مخالف کارد کیا ہے یہ انہوں نے حدیث ہی سے نکالا۔ یہ پہلے ھند میں ہوا اور پھر عرب میں ہونے لگا۔ ہندوستان میں دو ادارے ایک دیوبند کا تھا اور ایک اہلحدیث کا تھا۔ شیخ احمد علی سحارن پوری نے پہلی بار صحیح بخاری کی تصحیح پر تعلیق لکھی۔ ساتھ ہی سنن ترمذی اور پھر مشکوٰۃ پر علماء دیوبند میں شیخ قاسم نانوتوی اور محمود الحسن کا تلامذہ کا تذکرہ انور کشمیری اور ان کے تلامذہ کا تذکرہ کیا گیا۔ اہلحدیث مدارس میں حدیث والے حضرات کا تذکرہ بھی کیا گیا۔ ان حضرات میں صدیق حسن خان، نذیر حسین دہلوی، شیخ وحید زمان، عبد الرحمن بن عبد الرحیم، شرف الدین بن امام الدین، ابو الحسن عبد اللہ بن السلام شامل ہیں۔ مصر میں حدیث کی نشر و اشاعت جن حضرات نے کی ان کا تذکرہ ان میں عبد اللہ بن محمد احمد شاکر، عبد الرحمن معلمی، صدیق الغماری، عبد الفتح اور ناصر الدین البانی قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں سے احمد شاکر، صدیق غماری، اور عبد الفتاح ان کی مصنیفات فقہ پر ہے۔

الاعلام با ستحباب شد الرحل لذيارة قبر خير الانام عليه الصلوة ولسلام

یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔ یہ کتاب لکھنے کی وجہ ابن تیمیہ کے نظریہ کو رد کرنا ہے جو اس نے لا تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد : المسجدالحرام ، ومسجد الرسول ﷺ ، ومسجد الاقصیٰ[20] کی حدیث کو لے کر زیارت قبر نبی ﷺ سے منع کر کے اس کو معصیت قرار دیا اور قصر نہ کرنے کا فتویٰ دیا۔ شیخ ممدوح نے اس حدیث کی تشریح محدثین کے احوال کی روشنی میں کی۔ علمی و تحقیقی بحث کے بعد جمہور محدثین کے موقف کو تحریر کیا انہوں نے اس کتاب کو عصر روح قرار دیا۔ شیخ ممدوح نے سب سے پہلے قرآن مجید سے دلیل پیش کی ولو انهم اذظلموا انفسهم جاءوک فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما[21] دوسری دلیل سنت سے دی اور ان احادیث کو تواتر کی حد تک قرار دیا ہے۔ احادیث سے دلائل کو دو قسم میں تقسیم کیا ہے۔ (1) مطلق زیارت قبر النبی ﷺ جیسے انی قد نهتكم عن زيارة القبور ، فزوروها[22] (2) قسم خصوصیت کے ساتھ دلالت کرنے والی احادیث جن کو محدثین نے حسن کہا ہے (1) من زاره قبر ی ،وجبت له شفاعتی[23] اور دو احادیث اور ہیں صاحب کتاب نے ان احادیث کا شمار 4 لکھیں ہیں جب کہ حقیقت میں 3 ہیں۔

خلاصہ بحث

متنازع فیہ مسئلہ جمہور محدثین کے نزدیک بھی ثابت ہے۔ شیخ ممدوح نے اس مسئلہ میں اپنی رائے کی بجائے جمہور محدثین ابن حجر، امام ذہبی جیسے حضرات کے اقوال سے ثابت کیا ہے۔ اس کتاب میں فصول اور ابواب نہیں ہیں۔ اسکے صفحات کی تعداد 42 ہیں۔ **تنبيه المسلم الى تعدى البانى على صحيح مسلم** یہ کتاب صحیح مسلم کی کچھ احادیث کو شیخ البانی کے ضعیف کہنے کی وجہ سے لکھی گئی اس میں اس نظریہ کا رد کیا گیا ہے احادیث میں سے جملہ احادیث جو کہ صحیح مسلم میں ان پر کلام کیا یہ وہ

احادیث ہیں جن کو قبول کیا گیا ان کا یہ قول تشکیک میں ڈالتا ہے علماء متقدمین نے جن کو صحیح کہا ہے۔ ہر حدیث کی صحت کے لئے شیخ ممدوح نے علماء متقدمین و جرح و تعدیل کی طرف رجوع کیا ہے اور صحیح مسلم میں بہت کم احادیث ایسی ہیں جن پر علماء نے کلام کیا ہے اس کتاب کی احادیث کی نظر و فکر کے لئے متقدمین جرح و تعدیل کے آئمہ کے اقوال کو ذکر کیا ہے۔ ان آئمہ میں ابن صلاح، حافظ ابن حجر جیسے شخصیات کے نام شامل ہیں۔ اس کتاب میں فصلوں کی تعداد 47 ہیں اور ایسے رواۃ جن پر جرح و تعدیل کے حوالے سے کلام کیا گیا ان کی تعداد 117 ہیں جن احادیث کے فہرست مذکور ہے ان کی تعداد 79 ہے۔ کتاب کے کل صفحات کی تعداد 220 ہے۔ احادیث کے حوالہ سے جرح و تعدیل پر دلائل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔

References

[1]Yūsuf Maraʾshī, *Nathar al-Jawāḥir wadurar* (Beīrūt:Dār Al-Mʿarifa,1427 AH), I:2154.
[2]Maraʾshī, *Nathar al-Jawāḥir, I:2154.*

[3] Maraʾshī, *Nathar Al Jawāḥir, I:2154.*

[4] Maraʾshī, *Nathar Al Jawāḥir, I:*2155.

[5] Maraʾshī, *Nathar Al Jawāḥir, I:*2155.

[6] Maraʾshī, *Nathar Al Jawāḥir, I:*2155.

[7] Maḥmūd Saīd Mamdūḥ, *Al Tarīf ba oḥām min Qisam al sunan ila Ṣaḥih wa Ḍaʾīf* (Dubaī: Dār Iḥyā al-Turāth al- ʻIslāmīa, 1443 AH) I:33.
[8] Mamdūḥ, *Al Tarīf,* 34.

[9] Mamdūḥ, *Al Tarīf,* 35.

[10] Maraʾshī, *Nathar Al Jawāḥir*, I:2155.

[11] Maraʾshī, *Nathar Al Jawāḥir*, I:2155.

[12] Maraʾshī, *Nathar Al Jawāḥir*, I:2156.

[13] Maraʾshī, *Nathar Al Jawāḥir*, I:2157.

[14]Muḥammad Bin ʿĪsā Al-Tirmadhī,*Sunan Al-Tirmadhī* (Beīrūt:Dār Al-Gharab al-ʿIslāmī,1996), 5:200.
[15] Muḥammad Ibn Isma'īl *al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī* (Beīrūt: Dār al Touk Al Nijāt, 1422 AH), 8:105.

[16] Walī al Dīn Tabrīzī, *Mishkāt al Maṣabīḥ* (Multān: Maktaba Imdadīa), 546.

[17] Al Shūra, 42:23.

[18] Maḥmūd Saīd Mamdūḥ, *Al Tāqīb al Amjad* (Qaḥīra:Dār al Kutub Almiṣrīa, 1437 AH) , 5.

[19] Maḥmūd Saīd Mamdūḥ, *Al Qaūl Al Muṣtaofī fī al Intithār Lī Atīa Alwūfī* ("n.p." "n.d."), 3.

[20] Al Bukhārī, *Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī*, 2:60.

[21] Al Nisaʾ, 4:64.

[22] Muḥammad bin ʿAbdullaḥ Al Ḥakīm, *Al Mustadrik Al Ṣahīhaīn* (Beīrūt: Dār al Kutub Al ʿIlmīa, 1411 AH), I:530.

[23] Aḥmad bin Al Hussaīn Al Beḥqī , *Shu'ab al-Īmān* (Riāẓ: Al Rushad linashar Wa Al Taoẓīḥ, 1423 AH), 6:48.